کی بات ہوگی۔ ہمارے بعد جو نسلیں آئیں گی ان کو دل بہلانے کے لیے بھی اس کی ضرورت نہ پیش آئے گی۔ لہٰذا جب ہمارا مقصد جماعتی تشکیل کو اسلامی بنانا ہے تو ہم غیر اسلامی نظریات و افکار کی طرح اُن معاشی اور سیاسی تحریکات کے خلاف بھی جنگ کرنے پر مجبور ہیں جو غیر اسلامی اصول پر ہوں، اور ہم کسی طرح بھی اس کو گوارا نہیں کر سکتے کہ زندگی کے کسی شعبہ میں بھی امامت و قیادت کا منصب غیر مسلم کو حاصل ہو جائے۔

مسلمان کے نقطۂ نظر سے "غیر مسلم" کی امامت تمام فتنوں اور فسادوں کا سرچشمہ ہے۔ امام کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ آگے چلنے والا ہو، اور دوسرے اس کے پیچھے چلیں۔ یہ پیچھے چلنا خواہ طوعاً ہو یا کرہاً، خواہ اُس کی امامت کو پسند کر کے اس کا اقتدا کیا جائے، یا مصلحت و ضرورت کی بنا پر اسے گوارا کر لیا جائے، یا اس کی امامت مسلّط ہو چکی ہو اور مجبوراً اسے قبول کیا جائے، بہر صورت اس کا قدرتی نتیجہ یہی ہوگا کہ جدھر امام جائے گا مقتدی بھی اسی طرف جائیں گے، اور ظاہر ہے کہ غیر مسلم امام سمت کعبہ کی طرف تو جانے سے رہا۔ جو شخص سرے سے اصول اسلام ہی سے جاہل ہو اور جس کے سامنے زندگی کے کچھ دوسرے ہی اصول ہوں اس کے پیچھے چل کر مسلمان کس طرح یہ امید کر سکتا ہے کہ اُسے اپنے مقصدِ حیات کو پہنچنا نصیب ہوگا؟ اُس کی قیادت میں تو مسلمان کو اپنی منزل مقصود کے خلاف ہی سفر کرنا پڑے گا، خواہ طوعاً کرے یا کرہاً۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے آپ موٹر پر سوار ہوں اور ڈرائیور کوئی دوسرا شخص ہو۔ آپ کو بہر حال اسی طرف جانا پڑے گا جس طرف ڈرائیور جانا پسند کرے گا، خواہ آپ ادھر جانا چاہیں یا نہ چاہیں۔ زیادہ سے زیادہ آپ جو کچھ کر سکتے ہیں وہ بس اتنا ہی ہے کہ اسی موٹر میں بیٹھے بیٹھے اپنا منہ آگے کے بجائے پیچھے کی طرف پھیر لیں۔ اس احتجاج یا طفل تسلی سے آپ کے سفر کا رُخ ہرگز نہ بدلے گا، البتہ دوسرے کے ہاتھ میں اسٹیرنگ چھوڑ دینے کی حماقت پر ایک اور حماقت "دبشت بمنزل چلنے کی حماقت" کا اضافہ ضرور ہو جائے گا۔

اسی لیے قرآن کہتا ہے کہ لَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا۔ اللہ نے

کافروں کے لیے اہل ایمان پر نفوذ و اثر کا کوئی راستہ نہیں رکھا۔ اور اسی لئے فرمایا گیا کہ:

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۭ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَاۗءَھُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ۔
(البقرہ - ۱۴)

تم سے نہ یہودی راضی ہوں گے اور نہ نصاریٰ جب تک کہ تم اُن کے طریقہ کی پیروی قبول نہ کرلو۔ صاف صاف کہدو کہ سیدھا راستہ صرف خدا کا راستہ ہے۔ ورنہ اگر کہیں تم نے اُن کی خواہشات کی پیروی قبول کرلی درآنحالیکہ تمہارے پاس راہ راست کا علم آچکا ہے، تو اللہ کی پکڑ سے کوئی حامی و مددگار تمہیں نہ بچا سکیگا۔

یہ ایک اصولی حقیقت ہے۔ وقت اور حالات اور مقامات کی اس میں کوئی قید نہیں۔ اس بات کو ایک دائمی اصول و قاعدۂ کلیہ کے طور پر جان لیجیے کہ "مسلمان" پیچھے چلنے کے لیے نہیں بنایا گیا ہے۔ اسے یا تو دُنیا کا امام ہونا چاہیے، یا کم از کم خود اپنی راہ چلنا چاہیئے۔ جہاں یہ غیر مسلم کے پیچھے چلا اور بس سمجھ لیجیے کہ اسی آن سمت کعبہ کے خلاف اس کا سفر شروع ہوگیا۔ یہ ممکن ہے کہ سفر کی ابتدائی منزلوں میں کچھ مدت تک اور کافی دور تک اس کی پیشانی پر سیاہ گٹّہ نظر آتا رہے اور اس کی زبان سے تلاوت قرآن کی آواز بھی سنی جاتی رہے، مگر اس سے دھوکا نہ کھانا چاہیے۔ یہ چیز بہرحال عارضی ہوگی۔ اور اس میں مسلمان ہی کی کچھ خصوصیت نہیں۔ جو شخص بھی اپنا کوئی مسلک اور اپنے کچھ اصول رکھتا ہے وہ غیر مسلک اور مخالف اصول والے کو اپنا امام نہیں بنا سکتا، اور اگر بنائے گا تو اپنے اصول اور مسلک سے منحرف ہوتا چلا جائے گا۔

میں امامت کے لفظ کو اس کے وسیع معنوں میں لے رہا ہوں۔ علوم و فنون میں، خیالات اور نظریات میں، تمدّن اور معاشرت میں، قانون اور سیاست میں، غرض زندگی کے جس میدان میں بھی غیر مسلم

آپ کا امام ہے، اس میں آپ کا قدم ارتداد کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اور میں کوئی وجہ نہیں پاتا کہ اس باب میں جغرافی یا نسلی فرق و امتیاز کو کوئی وزن دوں ـــــ آپ کا امام خواہ انگریز ہو یا جرمن یا روسی یا ہندوستانی، اگر وہ غیر مسلم ہے تو میں یہی کہوں گا کہ اس کا اتباع مسلمان رہتے ہوئے آپ نہیں کر سکتے ـــــ میری نگاہ میں اسپنسر اور رسل، مارکس اور لینن، چیمبرلین اور لن لتھ گو کی جو حیثیت ہے وہی گاندھی اور جواہر لال اور بوس اور پٹیل کی حیثیت ہے۔ مسلمان شرقی اور غربی نہیں جانتا۔ وہ صرف مسلم اور کافر کا فرق جانتا ہے۔ اگر وہ مسلم ہے تو اپنے اعتقاد اور افکار میں، اپنے تمدّن اور معاشرت میں، اپنی سیاست اور قانون میں اس کو آزاد ہونا چاہیے، اور قرآن و سنّت کے سوا کسی کی امامت قبول نہ کرنی چاہیے۔

یہی بات ہے جس کو میں اوّل روز سے کہتا آرہا ہوں اور آخر وقت تک کہتا رہوں گا۔ پہلے اس بات کو علمی و فکری اور تمدّنی و معاشرتی معاملات میں کہتا تھا۔ آج اُسی کو سیاسی و معاشی معاملات میں کہتا ہوں۔ مجھے سیاسی پارٹیوں کی مصلحتوں سے کچھ سروکار نہیں۔ اور مجھے چھوٹی اور بڑی شخصیتوں کی بھی کوئی پروا نہیں۔ جمعیۃ العلماء کا نقیب ہو یا مسلم لیگ کا لیڈر، جو کوئی بھی زندگی کے کسی راستہ میں غیر مسلموں کا اتباع کرتا ہے، میں بلا کسی مداہنت کے صاف کہتا ہوں کہ وہ قرآن کی اصولی تعلیم کے خلاف چلتا ہے اور اس کو مسلمانوں کی پیشوائی کا حق نہیں پہنچتا۔ البتہ فرنگیت مآب لوگوں سے، جن کو کبھی اسلامی تعلیم و تربیت کی ہوا تک نہیں لگی، مجھ کو اتنی شکایت نہیں جتنی ان حضرات علماء سے ہے جو اپنا رشتہ تو جوڑتے ہیں شاہ ولی اللہ اور شاہ اسماعیل شہید سے، مگر جن پر غیر مسلموں کے سیاسی عروج کا رعب اس قدر طاری ہو گیا ہے کہ وہ علی الاعلان اپنی مغلوبیت کا اظہار کرنے میں بھی کوئی شرم محسوس نہیں کرتے۔ ان میں سے کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ "میں کانگریسی مروں گا"، حالانکہ اللہ نے ان کو مسلمان مرنے کی ہدایت کی تھی۔ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔ کوئی صاحب گاندھی جی کے عدم تشدّد کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ قیام مکّہ کے طرزِ عمل سے تشبیہ دیتے ہیں، حالانکہ دونوں کی اعتقادی اساس

اور اخلاقی فلسفہ میں اتنا عظیم تفاوت ہے جتنا نور اور ظلمت میں ہو سکتا ہے۔ کوئی صاحب گاندھی جی کی پیروی کرنے کے لیے حجّت میں یہ واقعہ پیش کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے موقع پر غیر مسلم بدرقہ کی خدمات حاصل کی تھیں۔ حالانکہ بدرقے اور سیاسی لیڈر میں جو فرق ہے اس کو ایک جاہل بھی سمجھ سکتا ہے۔ یہ اور ایسی ہی بیسیوں لغویات سننے اور پڑھنے کے بعد ضبط کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور مجبوراً ان حضرات سے کہنا پڑتا ہے کہ جب قرآن و حدیث کی تعلیم میں عمریں گذار دینے کے بعد آپ کا یہ حال ہے تو آپ کس منہ سے ان پر اعتراض کرتے ہیں جن کی ساری عمریں فرنگیت میں گذری ہیں۔ حنظل سے حنظل کا مزا پانا اتنا تکلیف دہ نہیں جتنا شہد سے حنظل کا مزا پانا۔

غیر مسلم کی امامت و قیادت کے نتائج اب ہمارے لیے محض نظری و قیاسی نہیں رہے ہیں بلکہ تجربے اور مشاہدے نے ان کو روز روشن کی طرح عیاں کر دیا ہے اور اب ہم سخت نادان ہوں گے اگر اس زہر کو کسی شکل اور کسی صورت میں بھی حلق سے اُتارنے پر راضی ہوں۔ ہم نے تعلیم گاہوں میں فرنگی پروفیسروں کی امامت قبول کی اور انہوں نے ہماری نئی نسلوں کو دل و دماغ کے اعتبار سے مرتد بنا کر چھوڑ دیا۔ ہم نے تمدن و معاشرت میں "صاحب" کو امام بنایا اور انہوں نے ہمارے گھروں تک کے نقشے بدل ڈالے، حتیٰ کہ ہماری عورتیں تک اُن کی عنایت سے اس شان کے ساتھ پھرنے لگیں جس کے ساتھ کبھی ہمارے ہاں کی زنانِ بازاری بھی پھرنا پسند نہ کرتی تھیں۔ ہم نے قانون میں "صاحب" کی امامت تسلیم کی، اور انہوں نے ہم کو وہ قانون دیا جس کی بدولت ہمارے حلال و حرام کے معیار تک بدل گئے، اخلاقی قدریں تک اُلٹ گئیں، ہمارے نوجوانوں کی آنکھیں اب یہ سُن کر حیرت سے پھٹ جانے لگیں کہ زنا کی سزا رجم یا سو کوڑے ہیں، اور چور کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے، اور شراب پینے والا ایسا مجرم ہے کہ اس کی پیٹھ پر کوڑے برسائے جانے چاہئیں۔ ہم نے معیشت میں "صاحب" کی امامت مانی تو انہوں

نے ہم پر وہ نظامِ معاشی مسلط کیا جس کی بدولت ہمارے ہاں سُود کی حرمت ہی مُشتبہ ہو کر رہ گئی، لوگوں کے دماغ یہ سمجھنے سے عاجز ہو گئے کہ یہ لاٹری، یہ انشورنس، یہ بینکنگ بھی کوئی حرام چیزیں ہیں۔ حتیٰ کہ ہماری قوم میں وہ طبقہ پیدا ہوا جس کے لیے زکوٰۃ حرام اور سود حلال ہے۔ ہم نے "صاحب" کو سیاست میں امام مانا تو اُنہوں نے تاریخ میں پہلی مرتبہ ہم کو غلامی کی مکمل ٹریننگ دی اور ہمیں اتنا ذلیل بنا دیا کہ ہزار برس کے غلام تو اپنی حکومت کے خواب دیکھ سکتے ہیں مگر ہم میں یہ خواب دیکھنے کی بھی جرأت نہ رہی۔

اب ہمارے دل میں دنیائے اسلام اور وطن عزیز کی آزادی کا درد اٹھا بھی تو وہ اس فتنہ سامانی کے ساتھ اٹھا کہ صاحب کے بجائے ہم بالرو پنڈت کے آگے دستِ بیعت دراز کر رہے ہیں۔ اس کی ابھی ابتدا ہے اور ابھی سے بس بھری فصل کٹنی شروع ہو گئی ہے۔ ہاتھ جوڑ کر نمستے کرنے والوں، گاندھی جی کی تقلید میں برت رکھنے والوں، جھنڈے کی سلامی اتارنے والوں، مسلم جج کے مطالبہ پر ہندو پانی اور مسلمان پانی کی مثالیں پیش کرنے والوں کا ذکر چھوڑیے۔ اُن "مجاہدین" ملت کی طرف دیکھیے جو فرماتے ہیں کہ اسلام کے لیے قربانیاں کرنے والا ہمارے سوا کوئی نہیں۔ اسلام کی حکومت قائم کرنے کا تخیل، ان کے لیے اتنا ہولناک ہے کہ اس کو زبان پر لانا ان کے نزدیک خلاف مصلحت ہے۔ اگر کوئی کہدے کہ حکومت صرف اسلام کی ہونی چاہیے اور غیر مسلم کے لیے ذمّی کے سوا کوئی حیثیت اس میں نہیں ہو سکتی، تو اس خطرناک بات کو سن کر ان پر لرزہ چڑھ جاتا ہے۔ جمہوریت کے سراسر باطل اصول پر چون و چرا کرنے کی ہمت بھی وہ اپنے اندر نہیں پاتے۔ وہ تمنائیں وابستہ کرتے ہیں ایسی ذلیل باتوں سے کہ مثلاً گاندھی مہاراج کی جگہ بوس مہاراج ولی نعمت ہو جائیں تو بس بیڑا پار ہو جائے ـــــ بالکل اسی طرح جیسے غلامی فرنگ کے زمانۂ عروج میں قیاس دوڑائے جاتے تھے کہ فلاں لارڈ صاحب کی جگہ فلانے صاحب بہادر تشریف لے آئیں تو کیا ہی اچھا

ہو ـــــــ اس قسم کی گھٹیا درجہ کی مصلحت بینیوں کو یہ لوگ "سیاست دانی" سمجھتے ہیں؛ حالانکہ ایسی سیاست اور ایسا تدبّر صرف انہی لوگوں کا طغرائے امتیاز ہو سکتا ہے جن کو غلامی اور شکست خوردہ ذہنیت نے پست حوصلہ اور تنگ نظر بنا دیا ہو۔

ان نتائج کو دیکھ لینے کے بعد اس منبع فتنہ و ضلالت سے جس کا نام امامت غیر مسلم ہے، کسی خفیف سے خفیف درجہ میں بھی مصالحت کا خیال نہیں کیا جا سکتا ـــــــ کیا ان کروڑوں کلمہ گوؤں کی آبادی میں سے چند مردانِ حق بھی ایسے نہ نکلیں گے جو کھڑے ہو کر صاف اعلان کر دیں کہ اطاعت اور اتباع صرف اللہ اور اس کے قانون کے لیے ہے، اور جو اس قانون کو نہیں مانتا اس سے ہماری جنگ ہے، خواہ وہ باہر سے آیا ہو یا اسی سرزمین سے اُبھرا ہو؟